مولانا محمد عاقل کی تصنیف "الدرالمنضود" کے منہج واسلوب کا ایک تجزیاتی مطالعہ

Style and Methodology of Book “Al Dur Al Manzud “By Molana Muhammad Aqil: An Analytical Study

Abdur Rahman
PhD Scholar in Islamic Studies, University of Malakand
Email: abdurrehmandirv@gmail.com
Dr. Badshah Rehman (Corresponding Author)
Associate Professor in Islamic Studies, University of Malakand
Email: badshah742000@yahoo.com
Inam Ul Hassan
PhD Scholar in Islamic Studies, University of Malakand
Email: hassaninamul260@gmail.com

Abstract
Al dur al- Manzud is a useful and impotarnt interpretation of the famous and authentic book "Sunan Abi Dawood" which is written by Molana Muhammad Aqil, a scholar of India District Punjab. This book is very popular in District Lower Dir especially and in the whole of Pakistan in general among students and scholars, because this is comprehensive and very useful interpretation of Hadih. The Author brings contemporary fatwas in many places of this book He mentions the entire translation and takes special care of the translation. In this research paper, we will present the introduction of the author and the book, as well as analyze its style and methodology, so that it will be easier for those who read it and research it.
Keywords: Sunan Abi Dawood, Al dur al- Manzud , scholar of India , interpretation of Hadi

تعارف موضوع:

اللہ عزوجل نے اپنے انبیاء ورسل علیہم السلام کے ذریعے سے دنیا کو اپنا پیغام پہنچایا: ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ [1] "اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلائیے۔"[2] علم حدیث در حقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کی نہایت مستند و معتمد تاریخ ہے۔ تمام بلاد اسلامیہ جہاں جہاں مسلمان فاتحین ومجاہدین، صوفیاء ومبلغین، اساتذہ ومدرسین، فقہاء اور محدثین کے قدم پہنچے وہ اپنے ساتھ اپنے قرآن اور علم حدیث اور دیگر علوم کو لے گئے اور ان کی نشر واشاعت کی۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا یہاں تک کہ تیسری صدی ہجری میں صحاح ستہ تحریر کیے گئے۔[3]

اس سلسلہ ترتیب و تدوین کی ایک زریں کڑی امام ابو داؤد کی کتاب "سنن ابی داؤد" ہے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ رحمہ اللہ نے مرتب کیا ہے۔ آپ سجستان میں 202ھ میں پیدا ہوئے، تحصیل علم کے سلسلے میں مختلف بلاد مثلاً مصر، شام، حجاز، عراق اور خراسان کا سفر کیا۔[4]

سنن ابی داؤد کو ہر دور میں بہت پزیرائی اور قبولیت حاصل رہی ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب تقریباً تمام مکاتب فکر کے مدارس میں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے۔ نیز یہ اس قدر جامع کتاب ہے اس کے ہوتے ہوئے طالب علم دوسرے کتب حدیث سے مستغنی ہو سکتا ہے اس اہمیت کو سامنے رکھ کر محدثین نے اسکی کئی شروح تحریر فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک شرح مولانا محمد عاقل کی تصنیف "الدر المنضود" ہے جو چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ شرح ضلع دیر میں خصوصاً اور پورے پاکستان میں عموماً طلباء کرام و اساتذہ کرام میں بہت زیادہ مقبول ہیں۔ چونکہ یہ شرح جامع اور انتہائی مفید ہے اسلئے ضروری ہے کہ اس شرح کی منہج کا جائزہ لیا جائے اس سے ایک طرف قارئین کو اس شرح کی منہج واسلوب سے آگاہی ہو گی تو دوسری طرف اس شرح کی خصائص و امتیازات واضح ہو جائیگی۔ لہذا اس طریقہ اسلوب کو مد نظر رکھتے ہوئے زیر چشم تحقیقی آرٹیکل میں "مولانا محمد عاقل کی تصنیف "الدر المنضود" کے منہج واسلوب کا ایک تجزیاتی مطالعہ " کے عنوان کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس تحقیقی آرٹیکل میں مذکورہ "مولانا محمد عاقل کی تصنیف "الدر المنضود" کے منہج واسلوب کا ایک تجزیاتی مطالعہ " پیش کیا گیا ہے، امید ہے اس تحقیقی کاوش سے عوام وخواص دونوں کو خاطر خواہ علمی فائدہ ہو گا۔

مولانا محمد عاقل کے احوال واثار:

نام ونسب: نام مولانا محمد عاقل، والد ماجد کا نام الحاج مولانا حکیم محمد ایوب رحمہ اللہ ہے۔

پیدائش: آپ 9 شعبان 1359ھ مطابق 15 اکتوبر 1937ء کو سہارنپور، ہندوستان میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت:

آپ نے سہارنپور کی جامع مسجد میں حفظ کلام اللہ کی تکمیل کی، پھر درس نظامی کی تعلیم مظاہر علوم میں حاصل کرکے 1380ھ میں علوم دینیہ سے شہادت العالمیہ کی سند ممتاذ حیثیت سے لیکر فارغ التحصیل ہوئے۔

آپ نے جب ہوش سنبھالا تو مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ صحبت میں تھے، اس پر نور ماحول میں آپ نے پرورش پائی اور حضرت شیخ زکریاؒ کی نظر کیمیا کے اثر سے خوب خوب مستفید و مستفیض ہوئے چنانچہ اُسی دربار گہربار سے خلعت خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے۔[5]

صفائی اور پاکیزگی:

مولانا محمد عاقل صاحب صفائی ستھرائی کا ذوق رکھتے ہیں، اس وجہ سے آپ مکمل جامعہ بشمول پہلی منزل پر خود گشت لگاتے ہیں اگر کہیں کوئی کوڑا کرکٹ نظر آتا تو فوری طور پر صفائی ستھرائی کا حکم دیتے ہیں۔(6)

انابت الی اللہ اور رقت انگیزی:

حضرت مولانا محمد عاقل کو اللہ پاک نے جذب وسوز، اخلاص وایقان اور تعلق مع اللہ کی کیفیات کا وافر حصہ عطا فرمایا ہے، آپ درس حدیث میں روایت سے زیادہ درایت پر توجہ دیتے ہیں ملاحم اور مغازی کا تذکرہ کرتے کرتے آنکھوں سے آنسوں کے قطار بند جاتی ہے، خود بھی انابت الی اللہ کا مجسمہ دکھائی دیتے ہیں، تو طلبہ اور سامعین کے دلوں کا رخ بھی رجوع الی اللہ کی طرف موڑ دیتے ہیں۔(7)

تدریس: آپ نے مختلف مدارس میں لیکن زیادہ تر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور تدریسی خدمات اور فرائض انجام نے میں مصروف عمل ہے۔(8)

خلافت:

حضرت مولانا سید محمد عاقل سہارنپوری مدظلہ کو حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے "شیخ الحدیث" کا انتخاب:

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں مولانا محمد عاقل مدظلہ نے اسی مدرسہ میں سنن ابی داود پچاس مرتبہ پڑھائی ہے۔ جب کہ اس سے قبل شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے بھی ابو داود تقریباً اتنی بار پڑھائی تھی۔ بخاری شریف کے درس کے ساتھ ساتھ ترمذی شریف کا درس بھی مولانا محمد عاقل صاحب کے پاس ہے۔(9)

صدر المدرسین: حضرت مولانا امیر احمد کاندھلویؒ کے وصال کے بعد صدارت تدریس کو پُر کرنے کی ضرورت تھی چنانچہ 1390ھ میں آپ مظاہر علوم کے صدر المدرسین بنادیئے گئے۔(10)

مولانا محمد عاقل کے شیوخ وتلامذہ:

آپ کے اساتذہ اور شاگرد تو بہت زیادہ ہے لیکن ان میں جو مشہور ہیں ان کا یہاں تذکرہ کیا جاتا ہے۔ حضرت مولانا منظور احمد خان سہارنپوریؒ، مولانا محمد اسعد اللہؒ اور حضرت مولانا امیر احمد کاندھلویؒ، مولانا مفتی مظفر حسینؒ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مدنیؒ کو آپ کے اساتذہ میں سے سب سے نمایاں حیثیت حاصل ہے۔(11)

اور تلامذہ میں سے مفتی عبد اللہ بن محمد گجراتی، مفتی اسماعیل کچھولوی، مولانا فیروز احمد بن فدا احمد صاحب اعظمی وغیرہ۔(12)

تصانیف:

1۔ حاشیۃ الحل المفہم ،2۔ مقدمۃ الکوکب الدری ،3۔ حاشیۃ الفیض السمانی ،4۔ملفوظات حضرت شیخ الحدیث زکریاؒ کی قلمی وعلمی یادگار ہیں لیکن علمی دنیا میں آپ کی بے نظیر عالمانہ تالیف 5۔ الدر المنضود یہ ابوداؤد شریف کی مفصل شرح ہے جو بہت جلد مقبول ہوئی۔(13)

الدر المنضود کا ایک تعارفی جائزہ

سنن ابی داؤد کو ہر دور میں بہت پزیرائی اور قبولیت حاصل رہی ہے۔اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب تقریباً تمام مکاتب فکر کے مدارس میں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے۔نیز یہ اس قدر جامع کتاب ہے اس کے ہوتے ہوئے طالب علم دوسرے کتب حدیث سے مستغنی ہو سکتا ہے اس اہمیت کو سامنے رکھ کر محدثین نے اسکی کئی شروح تحریر فرمائی ہیں۔

ان میں سے ایک شرح الدرالمنضود علی سنن ابی داؤد ہے۔یہ مولانا محمد عاقل سہارنپوری کی تصنیف ہے جو چھ جلدوں پر مشتمل ہیں۔شائقین علوم حدیث کے لئے اس کتاب میں علم ورہنمائی کا بے پناہ مواد موجود ہے۔اس لئے انہیں اس سے ضرور استفادہ کرنا چاہئے استفادہ کے لئے کتاب کا منہج سمجھنا چاہئے ۔ذیل میں اس کتاب کی منہج کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

شرح السند

مصنف حدیث کے سند میں جو رواۃ ہے اسکی مکمل وضاحت کرتے ہیں اسکا علاقہ، تعلیم وتربیت اور آخر میں کبھی حکم بھی لگاتے ہیں۔اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

مثال 1:شرح السند کا: حدثنا عبد العزیز یعنی ابن محمد ،(14) یہ عبدالعزیز بن محمد الدراوردی کے ساتھ مشہور ہیں، "دراورد"خراسان میں ایک قریہ ہے، یہ راوی متکلم فیہ، سیئ الحفظ ہے اور بخاری کے رواۃ میں سے ہے

یہاں پر یہ چیز سمجھنے کے لائق ہے کہ "یعنی" کا اضافہ کیوں کیا گیا ہے؟ تو حضرات محدثین کی غایۃ احتیاط ہے کہ راوی نے اپنے استاذ سے جتنا لفظ سنا تھا اس کی طرف سے صرف اتنا ہی نقل کیا اور جو چیز اس کے نزدیک محتاج وضاحت تھی، اپنی طرف سے اس نے اس وضاحت کو جدا کر کے بیان کیا تا کہ شاگرد اور استاذ کے الفاظ مخلوط نہ ہوں، حاصل یہ کہ عبد اللہ بن مسلمہ نے اپنے استاذ عبد العزیز کا نام بغیر نسب کے بیان کیا تھا، ان کی

ولدیت نہیں بیان کی تھی تو اب مصنفؒ اپنی طرف سے یہ وضاحت کررہے ہیں کہ میرے استاذ عبد اللہ بن مسلمہ کی مراد عبد العزیز سے عبد العزیز بن محمد ہے "یعنی" کے لغوی معنی "یُرید" کے ہیں اس میں جو ضمیر فاعل ہے وہ عبد اللہ بن مسلمہ کی طرف راجع ہے اور اس "یعنی" کے قائل مصنفؒ ہیں، مصنف کہہ رہے ہیں کہ عبد اللہ بن مسلمہ مراد لیتے ہیں عبد العزیز سے یعنی عبد العزیز بن محمد۔[15]

مثال 2: شرح السند کا: قوله قال ابو داؤد رواه ابو عاصم و حماد بن مسعدة كما رواه ابن بکر۔[16] مصنف نے اس حدیث یعلی (یعلی سے مراد حدیث کے راوی یعلی بن امیہ ہے) کو دو سندوں سے ذکر کیا ہے دونوں کا مدار ابن جریج پر ہے پہلی سند میں ابن جریج سے روایت کرنے والے یحیٰ القطان تھے اور یہاں دوسری سند میں عبد الرزاق اور محمد بن بکر ہیں، دونوں سندوں میں جو فرق ہے مصنفؒ اس کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابو عاصم اور حماد بن مَسعدہ نے بھی یوں روایت کی جس طرح محمد بن بکر نے کیا ہے، وہ فرق یہ ہے کہ پہلی سند میں ابن جریج اور عبد اللہ بن بابیہ کے درمیان واسطہ عبد الرحمٰن بن عبد اللہ کا تھا اور اس دوسری سند میں بجائے عبد الرحمنٰ کے ان کے والد عبد اللہ کا ہے، اور اس فرق کو اس طرح بھی تعبیر کرسکتے ہیں کہ پہلی سند میں ابن جریج کے استاذ عبد الرحمن تھے اور دوسری سند میں عبد الرحمن کے والد عبد اللہ ہیں۔[17]

مثال 3: شرح السند کا: قال سفیان کان ابن جریج اخبرنا عنه الخ۔[18]

شرح السند: اس کا حاصل یہ ہے کہ اوپر سند سفیان نے اس طرح بیان کی تھی سفیان عن کثیر عن بعض اہلہ عن جدہ،[19] یعنی کثیر کا استاذ سفیان نے ان کے گھر والوں میں سے کسی مبہم شخص کو بنایا اور پھر ان کا استاذ جد کثیر یعنی مطلب بن ابی وداعہ کو بنایا۔ اس کے بعد سفیان یہ فرمارہے ہیں دراصل بات یہ ہے کہ یہ حدیث اولاً مجھ کو بواسطۂ ابن جریج کے کثیر سے پہنچی تھی تو اس وقت ابن جریج نے کثیر کا استاذ ان کے باپ کو قرار دیا تھا اور سند ایسے بیان کی تھی اخبرنا کثیر عن ابیہ ،[20] سفیان کہتے ہیں اس کے بعد میں براہ راست کثیر سے ملا تو انہوں نے مجھ سے یہ فرمایا کہ یہ حدیث میں نے اپنے باپ سے نہیں سنی ہے بلکہ اپنے بعض اہل سے، لہٰذا تحقیقی بات یہ ہے کہ کثیر اس حدیث کو ابیہ عن جدہ بیان نہیں کرتے بلکہ عن بعض اہلہ عن جدہ، اب یہ معلوم نہیں ہے کہ بعض اہل کا مصداق کون ہے ہاں یہ معلوم ہے کہ اس کا مصداق باپ نہیں ہے۔[21]

مثال 4: شرح السند کا: انه سمع حفص بن عمر بن عبد الرّحمن بن عوف و عمر ، و قال عباس بن حنة ،اخبراه عن عمر بن عبد الرحمن بن عوف ۔[22]:

شرح السند: اس سند کو اس طرح سمجھئے کہ یوسف بن الحکم کے دو استاذ ہیں حفص بن عمر اور عمر، اس دوسرے استاذ کے بارے میں مصنف کے ایک استاذ یعنی مخلد بن خالد نے تو صرف عمر ہی کہا بغیر نسبت کے اور مصنف کے دوسرے استاذ عباس عنبری نے بجائے عمر کے عمر بن حنہ کہا یعنی عمر کی نسبت بھی ذکر کی، اخبراہ کی ضمیر تثنیہ حفص بن عمر اور عمر بن حنہ کی طرف راجع ہے، یعنی ان دونوں نے خبر دی اپنے شاگرد یوسف کو۔

قال ابو داؤد : رواه الانصاری عن ابن جریج : جعفر بن عمر، و قال : عمرو بن حیة ۔[23]

یہ انصاری ابن جریج کے شاگرد روح کے مقابل ہیں جو اوپر سند میں آئے، مطلب یہ ہے کہ ابن جریج کے شاگرد روح نے تو ان سے یوسف کے استاد کا نام حفص بن عمر ذکر کیا، اور اس انصاری نے ابن جریج سے بجائے حفص بن عمر کے جعفر بن عمر ذکر کیا، نیز بجائے عمر بن حنہ کے عمرو بن حیہ ذکر کیاوقال : اخبراہ عن عبد الرحمن بن عوف و عن رجال،[24] یعنی انصاری نے حفص بن عمر اور عمر بن حنہ کا استاد عبد الرحمن بن عوف کو قرار دیا، بجائے عمر بن عبد الرحمن کے، اور دوسرا فرق یہ کر دیا کہ بجائے "عن رجال " کے "وعن رجال " کر دیا۔[25]

مثال 5: شرح السند کا: عن علقمه بن وائل عن ابیه ، وذکر طارق بن سوید ، او سوید بن طارق.[26]

شرح السند: اس حدیث کو علقمہ نے اپنے والد وائل بن حجر سے نقل کرتے ہیں، اور وائل طارق بن سوید صحابی سے، شعبہ کہتے ہیں کہ میرے استاد سماک نے عن أبیہ، کے بعد طارق بن سوید کو بھی ذکر کیا تھا، لہٰذا اس حدیث کے راوی طارق بن سوید ہوئے (فهذا رواية الصحابي عن الصحابي) جہاں راوی کو استاذ کے الفاظ اچھی طرح یاد نہیں ہوتے تو وہاں وہ اسی طرح تعبیر کیا کرتا ہے، یہاں پر شعبہ کو یہ تو یاد تھا کہ وائل کے بعد سند میں طارق ہیں لیکن یہ یاد نہ رہا کہ ان سے روایت بصیغہ تحدیث ہے یا اخبار یا عنعنہ، اسی لئے اس طرح کہا، نیز یہاں کسی راوی کو یہ بھی شک ہو رہا ہے کہ صحیح نام طارق بن سوید ہے یا اس کا عکس سوید بن طارق، لیکن صحیح طارق بن سوید ہی ہے کما یظہر من کتب الرجال، لیکن کتب حدیث میں یہ سند مختلف ہے ابن ماجہ کی سند میں عن علقمه بن وائل عن طارق بن سوید[27] ہے، بیچ میں عن ابیہ کا واسطہ نہیں، لیکن مسلم اور ترمذی میں ابو داؤد کی طرح عن ابیه[28] کا واسطہ ہے۔[29]!

مضمون حدیث یہ ہے جو مسلم کی روایت میں بھی ہے انما اصنعها للدواء،[30] آپ نے فرمایا کہ وہ دواء نہیں بلکہ داءٌ یعنی بیماری ہے۔

بعض لوگ خمر کو دواء سمجھتے تھے اور ذریعہ شفاء، آپ ﷺ نے اسکی نفی فرمادی، چنانچہ ایک روایت میں ہے۔"ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرّم علیکم"[31]۔ والحدیث اخرجه ابن ماجه عن طارق بن سوید من غیر شک ، و اخرجه مسلم والترمذی من حدیث وائل بن حجر ، قاله المنذری![32]

قال ابو داؤد

مصنف قال ابو داؤد کی مکمل تشریح اور وضاحت کرتے ہیں۔اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہے۔

مثال 1: قال ابو داؤد کا:

قال ابوداؤد و هكذا رواه خالد بن قيس خالفه فى الاسناد ووافقه فى المتن.[33]

اس حدیث کی سند اور متن دونوں میں رواۃ کا اختلاف ہے متن کا اختلاف ہمام کی روایت میں اس طرح ہے،فليتصدق بدينار و ان لم يجد فبنصف دينار،اور دوسری روایت بجائے دینار کے درہم کا لفظ ہے اور اس میں صاع حنطة او نصف صاع کا اضافہ ہے اور اس سے آگے تیسری روایت میں جس کے راوی سعید بن بشیر ہیں اس میں مُد اور نصف مُد کا ذکر ہے اور سند کے اختلاف کی وضاحت یہ ہے کہ اس حدیث کا مدار قتادہ پر ہے قتادہ سے روایت کرنے والے متعدد ہیں ایک ہمام ہیں جن کی روایت باب کے شروع میں ہے وہ اس کو قتادہ سے اس طرح روایت کرتے ہیں عن قدامة بن وَبَرة عن سمرة بن جُندب، دوسرے شاگرد قتادہ کے خالد بن قیس ہیں مصنف کہہ رہے ہیں کہ خالد نے ہمام کی اسناد میں مخالفت کی ہے لیکن مصنفؒ نے اس کو بیان نہیں کیا، بیہقی میں خالد کی روایت موجود ہے جس کی سند اس طرح ہے عن قتاده عن الحسن عن سمرة،[34] یعنی قتادہ اور سمرہ کے درمیان بجائے قدامہ کے حسن کا واسطہ ہے اور تیسرے شاگرد قتادہ کے ایوب ہیں جن کی کنیت ابو العلا ہے انہوں نے اس حدیث کو مرسلاً ذکر کیا صحابی کا نام ترک کر دیا، چوتھے شاگرد سعید بن بشیر انہوں نے متن کو ایوب[35] نے یعنی بدرہم او نصف درہم، لیکن ایک دوسرا فرق کر دیا وہ یہ کہ بجائے صاع حنطۃ کے مُد ذکر کیا اور سند میں ان کی یہ مخالفت کی کہ سمُرہ کو بھی ذکر کیا بخلاف ایوب کے کہ انہوں نے سمرہ ذکر نہیں کیا بلکہ حدیث کو مرسلاً ذکر کیا تھا۔[36]

مثال 2: قال ابو داؤد کا:

قال ابوداؤد رواه جرير و يعلى و معمر و شعبه و ابو عوانةو يحي بن سعيد عن الاعمش عن ابي اوائل عن مسروق قال يعلى ومعمر عى معاذ مثله۔[37]

یہ قال ابو داؤد تشریح طلب ہے لہٰذا سنئے "مصنف اختلاف رواۃ فی الاسناد کو بیان فرما ہے ہیں دراصل اس حدیثِ مُعاذ کا مدار اعمش پر ہے، اعمش سے نقل کرنے والے ان کے متعدد تلامذہ ہیں ان میں سب سے پہلے مصنف نے ابو معاویہ کی روایت کو ذکر کیا، ابو معاویہ نے اس کو اعمش سے دو طرح روایت کی عن الاعمش عن ابی وائل عن معاذ ، عن الاعمش عن ابراهیم عن مسروق عن معاذ ،یعنی اعمش کا استاذ کبھی ابو وائل کو قرار دیا اور کبھی ابراہیم کو۔ لیکن ابو وائل و معاذ کے درمیان تو کوئی واسطہ ذکر نہیں کیا، ابراہیم اور معاذ کے درمیان مسروق کا واسطہ ذکر کیا۔ اور سفیان، یعلیٰ، معمر، ان تینوں نے اعمش کا استاذ صرف ابو وائل کو قرار دیا اور پھر ابو وائل اور معاذ کے درمیان مسروق کا واسطہ بھی ذکر کیا۔[38]

مثال 3: قال ابو داؤد:

قال ابوداؤد : و کذ لك رواه یونس عن الزهری و اما الزبیدی فروی الحدیثین جمیعا حدیث عبیدالله بمعنی معمر ، و حدیث ابی سلمة بمعنی عقیل.[39]

کذلک کا اشارہ معمر عن الزہری[40] کی طرف ہے یعنی موجودہ روایت کی طرف جو چل رہی ہے اور اس کا مقابل اس سے اوپر والی روایت ہے یعنی عقیل عن الزہری جس کے بارے میں ہم نے پہلے بتایا کہ وہ مجمل ہے، اب گویا یہاں دو حدیثیں ہو گئیں ایک مجمل ایک مفصل، معمر کی حدیث جس کو روایت کرنے والے عبید اللہ ہیں وہ مفصل اور عقیل کی حدیث جس کے راوی ابو سلمہ ہیں وہ مجمل، عقیل اور معمر ہر دو زہری کے شاگرد ہیں، اور تیسرے شاگرد ان کے زبیدی ہیں، جس کے متعلق مصنف یہ کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے زہری سے دونوں قسم کی روایتیں ذکر نہیں کی بلکہ بالمعنی، لفظوں میں کچھ فرق ہو گا، آگے مصنف یہ فرما ہے ہیں اور زہری کے چوتھے شاگرد محمد بن اسحاق انہوں نے زہری سے صرف حدیث مفصل کو روایت کیا ہے جس کے راوی عبید اللہ عن معمر تھے، یہاں بھی مصنف یہی فرما ہے ہیں کہ انہوں نے عبید اللہ والی روایت کو بلفظہ ذکر نہیں کیا بلکہ اس کے معنی ،حضرت خلیل احمد سہارنپوریؒ نے "بذل المجہود میں اس قال ابو داؤد کی تشریح اسی طرح فرمائی ہے "وہکذا ینبغی ان یفہم هذا المقام ۔ والله الموفق وہو ولی المرام و بیده حسن الختام۔ [41]![42]

مثال 4: قال ابو داؤد کا:

قال ابوداؤد :ابو جمرة : نصر بن عمران الضبعی.[43] یہ ابو جمرہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگردوں میں شمار ہیں اور ایک دوسرے راوی ابو حمزہ ہیں با لحاء المہمله و الزای المعجمةوہ بھی ابن عباس کے شاگردوں میں ہیں ان کا نام (عمران بن ابی عطاء)ہے۔ذکره الامام الترمذی فی عدة مواضع من جامعه۔[44]

مثال 5: قال ابوداؤد کا:

قال ابوداؤد :رواه هارون النحوی و موسی بن خلف عن ثابت کماقال عبد العزیز۔[45]

مصنف فرمارہے ہیں کہ اکثر رواۃ نے یوں روایت نقل کیا ہے جس طرح عبد العزیز نے یعنی سألت ام سلمة الخ[46] دونوں روایتوں کے سیاق میں بھی فرق ہے اور راویہ حدیث صحابیہ کے نام میں بھی فرق ہے ایک جگہ اسماء بنت یزید ہے اور دوسری جگہ اسکے بجائے "ام سلمہ" ہے امام ترمذی نے بھی دونوں سیاق کے ساتھ روایت کو ذکر کیا ہے، ان کے بات سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ اکثر رواۃ نے اس حدیث کو بلفظ "ام سلمہ" ذکر کیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:هذا حدیث قد رواه غیر واحد عن واحد عن ثابت البنانی نحو هذا (یعنی عن شهر بن حوشب عن ام سلمة)،[47] پھر اس کے بعد امام ترمذی نے استاذ عبد بن حمید سے نقل کیا کہ جس روایت میں ام سلمہ ہے اس سے مراد ام المؤمنین نہیں بلکہ ام سلمۃ انصاریہ مراد ہیں جن کا نام اسماء بنت یزید ہے، ایک روایت میں نام مذکور ہے اور ایک میں کنیت، لیکن یہ رائے امام ترمذی کے استاذ عبد بن حمید کی ہے امام ترمذی نے اس میں اپنی کوئی رائے ظاہر نہیں فرمائی لیکن امام ابوداؤد کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہ رواۃ کا اختلاف ہے اور ترجیح انہوں نے ام سلمہ کو دی ہے بناء بر کثرۃِ رواۃ اور حضرت خلیل احمدؒ نے بھی بذل المجهود میں ام سلمہ کے نام کے ساتھ ام المؤمنین لکھا ہے گویا ماتن اور شارح دونوں کی رائے میں یہ دو نام الگ الگ ہیں،والله تعالی اعلم۔[48]

شرح حدیث

مصنف حدیث کے مضمون بیان کرنے کے بعد شرح حدیث کا عنوان لگا کر حدیث کی مکمل وضاحت کرتے ہیں۔ جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

مثال نمبر 1: شرح حدیث کا:

قولہ:" لا یحدث فیهما نفسه "[49] جو شخص مذکورہ بالا طریقہ پر وضوء کرنے کے بعد دو رکعت نفل اس طور پر پڑھے کہ جن میں اپنے آپ سے باتیں نہ کرے تو اس کے گزشتہ خطائیں مٹ جاتی ہیں۔

اس حدیث میں وساوس کی نفی ہے، یہاں ایک اختلاف تو یہ ہے کہ کونسے وساوس کی نفی مراد ہے وساوس اختیاریہ کی یا مطلق وساوس کی، کیونکہ وساوس دو طرح کی ہوتے ہیں اختیاری اور غیر اختیاری اکثر شراح جس میں امام نووی اور قاضی عیاض بھی ہیں، فرماتے ہیں کہ وساوس اختیاریہ کی نفی مراد ہے اس لئے کہ وساوس غیر اختیاریہ جن کو خطرات کہتے ہیں وہ اس امت سے معاف ہیں ان الله تجاوز عن امتی ما وسوست

به صدورها ما لم تعمل او تتكلم به (50) نیز مطلق وساوس کا نہ آنا آدمی کے اختیار میں نہیں ہے اس پر انسان قادر ہی نہیں ہے لا يكلف الله نفساً الا وسعها(51)، دوسرا قول اس میں یہ ہے کہ اس حدیث میں مطلق وساوس کی نفی مراد ہے، رہی یہ بات کہ یہ چیز غیر اختیاری ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث باب تکلیف و وعید سے نہیں ہے باب وعد اور ترتب ثواب مخصوص سے ہے، یعنی وہ فضیلت جو حدیث میں مذکور ہے، ان دو رکعات پر اس وقت مرتب ہو گی جب مطلقاً وساوس نہ آئیں خصوصی انعام و ثواب کے لئے اس قسم کی قید لگانے میں کوئی اشکال نہیں۔

اور دوسرا اختلاف یہاں پر یہ ہے کہ کونسے خیالات مراد ہیں۔ صرف مایتعلق بالدنیا یا مطلقاً، اس میں قول راجح جس کو امام نووی قاضی عیاض نے اختیار کیا ہے، یہ ہے کہ مطلق وساوس مراد ہیں، خواہ وہ امور دنیا سے متعلق ہوں یا امور آخرت سے علاوہ صلوۃ کے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ مایتعلق بامور الدنیا مراد ہیں، اور وہ خیالات جو امور آخرت یا کسی دینی کام سے متعلق ہوں وہ اس میں درج نہیں ہیں۔ نیز حضرت عمرؓ سے مروی ہے انی لاجهز جیشی وانا فی الصلوٰۃ (52) کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ باوجود نماز میں مشغول ہونے کے تجہیز جیش جو امور دین سے ہے اس کا ان کو نماز میں خیال آتا رہتا تھا۔(53)!(54)

مثال2: شرح حدیث کا: قوله .فان كانت صلوته تامة كا نت الركعة نافلةً والسجدتان .(55)

شرح حدیث: یعنی ایسے شخص کی نماز اگر ایک رکعت پڑھنے سے پہلے ہی پوری ہو چکی تھی تو یہ ایک رکعت نفل ہو جائے گی اور دو سجدے قائم مقام نفل کی دوسری رکعت کے ہو جائیں گے، تو گویا ایسے شخص کی چار رکعت فرض شمار کی جائیگی اور دو نفل اور اگر ایک رکعت شامل کرنے سے پہلے اس کی نماز ناقص تھی تو اب ایک رکعت پڑھنے سے اسکی نماز پوری ہو جائیگی اور یہ دو سجدے زائد ہوں گے، سجد تین کو مرغمتین کہا گیا ہے یعنی شیطان کو رسوا اور ذلیل کرنے والے، شیطان نے تو شک میں ڈال کر یہ چاہا تھا کہ اس کی فرض بھی پوری نہ ہو اور مصلّی نے اپنی فرض نماز پوری کر کے مزید دو سجدے کئے جس سے شیطان اپنے مقصد میں ناکام ہو کر ذلیل و خوار ہوا۔

مرغمتین ارغام سے ہے کہا جاتا ہے ارغم الله انفه ای الصقه بالرغام(56) بمعنی مٹی یعنی اللہ تعالیٰ اسکی ناک خاک آلود کرے۔(57)

مثال نمبر3: شرح حدیث کا: عن ابی سعید الخدری قال بینهما نجن مع رسول صلی الله علیه وسلم فی سفر اذ جاء رجل علی ناقة......(58)

شرح حدیث: ابو سعید خدری فرماتے ہیں ایک مرتبہ کا قصہ ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے ایک شخص جو اونٹنی پر سوار تھا اچانک آپہنچا اور آنے کے بعد اس کے اوپر بیٹھے بیٹھے اس کے رخ کو کبھی دائیں طرف موڑتا تھا اور کبھی بائیں طرف، بذل المجہود میں اس کے دو مطلب لکھے ہیں (1) اس شخص کی سواری ضعف اور تکان کیوجہ سے عاجز ہو گئی تھی اور یہ شخص اپنی سواری کو بدلنا چاہتا تھا اس لئے وہ شخص اپنی سواری کی اس حالت کو لوگوں کو دکھانا چاہتا تھا تاکہ اس کو دیکھ کر لوگ اس کی مدد کریں اور دوسری سواری کا انتظام کر دیں چنانچہ آگے حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ جسکے پاس اضافی سواری ہو تو وہ اپنے ضرورت مند بھائی کو دیدے۔ (2) دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ شخص بڑی شاندار سواری پر سوار تھا جس کا رخ کبھی اس طرف کرتا تھا اور کبھی اس طرف یعنی بطور فخر اور شیخی کے لوگوں کو اپنی شاندار سواری دکھانے کے لئے اور ممکن ہے کہ اس کے پاس اور بھی بہت سی ضرورت سے زائد سواریاں ہوں تو اس لئے رحمۃ اللعلمین نے اس شخص کی اصلاح کے لئے کہا کہ جس کے پاس ضرورت سے زائد سواریاں ہو اس کو چاہئے کہ وہ دوسروں کو ہبہ کر دے اور اپنے پاس صرف بقدر ضرورت رکھے اور زیادہ شیخی میں نہ آئے کہ مال کی کثرت اور فراوانی سے آدمی تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

حتی ظننا انه لَا حَقَّ لِاَحَد منافی الفضلِ[59] یعنی آپ ﷺ نے صدقہ کی اتنی ترغیب فرمائی کہ ہم یہ سمجھنے لگے کہ آدمی کے پاس ضرورت سے زائد جو مال ہو اس میں اس کا کوئی حق اور حصہ ہے ہی نہیں۔

ثم قال له الا أخبرک بخیر ما یَکنِزُ المَرأ المرأةُ الصالحةُ اذا نظر الیها سَرَّته واذا اَمَرها اَطاعَتُه و اذا غاب عنها حَفِظَته،[60]![61] اس پوری حدیث کا حاصل یہ ہے کہ آدمی کے پاس کتنا ہی مال ہو اگر وہ اس سے زکوٰۃ واجبہ اور حقوق واجبہ اداء کرتا رہے تو یہ مال اس کے لئے موجب مواخذہ نہیں ہے لیکن اس کے باوجود اس عارضی دنیا کا جائداد، سازوسامان رغبت اور جمع کرنے کے قابل چیز نہیں ہے، البتہ دنیا کی چیزوں میں اگر کوئی چیز قابل رغبت ہے تو وہ نیک اور حسین عورت ہے ایسی کہ جس وقت شوہر اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھے تو وہ اپنے حسن ظاہری و باطنی (حسن صورت و حسن سیرت) سے اس کو خوش کر دے، نیز وہ شوہر کی فرمانبردار ہو اور جب شوہر کہیں سفر وغیرہ میں جائے تو وہ اپنی عصمت اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے، یعنی دنیا کی باقی جو چیزیں ہیں ہاتھی، گھوڑے، شاندار عمارتیں، باغ بنگلے، اور طرح طرح کے اسبابِ آسائش و آرائش سب فضول اور لغو ہیں، دیندار اور سمجھ دار آدمی کے لئے رغبت کی چیزیں نہیں ہیں، واللہ الموفق۔[62]

مثال4: شرح حدیث کا: عن عمران بن حصین رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لرجل: هل صمت سَرَر شعبان شيئا؟ قال: لا. قال: فاذا افطرت فصم يوما و قال احدهما: يومين.[63]

شرح الحدیث: حدیث میں لفظ "سرر" آیا ہے جس کی شرح میں تین اقوال ہیں، اول، آخر اور اوسط، یعنی آپ نے ایک شخص سے سوال فرمایا کہ تو نے شعبان کے شروع میں کوئی روزہ رکھا تھا؟ یا یہ کہ اوسط میں یا یہ کہ آخر میں؟ جواب دیا نہیں آپ نے فرمایا جب افطار کا زمانہ آجائے یعنی رمضان گزر جائے تو ایک روزہ رکھنا، اور دوسری روایت میں ہے "دو روزے رکھنا"۔

سَرَر کے معانی ثلاثہ میں سے جو معنی ترجمۃ الباب کے مناسب ہوں گے ان ہی کو لیا جائے گا، اور ترجمۃ الباب کے مناسب یہاں پر سَرَر شعبان یعنی آخر شعبان مراد ہوں گے تا کہ تقدم علی رمضان جس کو مصنف بیان کر رہے ہیں وہ ثابت ہو سکے، کہ شخص مذکور نے آپ سے وہ حدیث سنی ہو گی جسمیں تقدم علی رمضان سے روکا گیا ہے، ان صحابی نے اس حدیث کو مطلق سمجھتے ہوئے آخر شعبان میں وہ روزہ بھی نہیں رکھا جو موافق عادت تھا۔ حالانکہ بعض روایات میں نفل معتاد کا استثناء کر کے اس کی اجازت دی گئی ہے، اسی لئے آپ نے ان صحابی کو یہ ہدایت فرمائی کہ کہ تم اس روزہ کی تلافی میں آئندہ ماہ میں روزہ رکھ لینا، حافظ ابن حجر نے جمہور سے یہ نقل کیا ہے کہ سَرَر سے مراد یہاں پر آخر شہر ہی ہے۔(64)

مثال5: شرح حدیث کا: عن سعد رضی الله تعالى عنه قال مرضت مرضا اتانى رسول الله صلى الله تعالى عليه واله وسلم .... الخ(65)

شرح حدیث: حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں کہ میں بیمار ہوا، آپ ﷺ میری عیادت کو تشریف لائے، آپ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سینہ پر رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے دل میں محسوس کی، آپ نے فرمایا: انك رجل مفؤود کہ تیرے فواد یعنی قلب میں تکلیف ہے، ائت الحارث بن كلدة اخا ثقيف فانه رجل يتطيب فليأخذ سبع تمرات من عجوة المدينة فليجأ هن بنواهن ثم ليلدُّك بهن (66).

پھر آپ نے ان کو حارث بن کلدہ ثقفی کے پاس جانے کا مشورہ دیا، اور فرمایا کہ وہ طبیب ہے علاج کرتا ہے، پھر آپ کے ذہن میں خود ہی ان کا علاج آیا اور آپ ہی نے دوا تجویز فرمائی کہ حارث بن کلدہ کو چاہئے کہ مدینہ کی سات عجوہ کھجوریں لے اور پھر گٹھلیوں سمیت ان کو کوٹے۔ یعنی گٹھلیوں سمیت ان کو پیس لے اور پھر پانی ملا کر رقیق کر کے اس کو چاہئے کہ ان کے منھ میں ڈال دیں۔

یعنی یہ دوا تو خود آپ ﷺ نے تجویز فرمادی لیکن اس کا بنانا اور تیار کرنا اور پھر اس کا استعمال کرنا اس کام کیلئے اس طبیب کی طرف جانے کو حکم فرمایا۔

اس حدیث کے یہی معنی متعدد شراح نے لکھے ہیں کہ عجوہ کھجور کو مع گٹھلیوں کے پیس کر پانی ملا کر اس کو حلق میں ٹپکا دیا جائے، بجائے پینے کے لدود کا مشورہ یا تو آپ نے یہ مشورہ اسلئے دیا کہ مریض کی حالت پینے کی نہ تھی ضعف وغیرہ کی وجہ سے، اور یا یہ کہ اس دوا کے استعمال کا طریقہ یہی ہے۔

من تصبح سبع تمرات عجوة لم يضره ذلك اليوم سم ولا سحر۔[67]

جو شخص صبح نہار منہ سات دانے عجوہ کھجور کے کھالے تو آپ فرمارہے ہیں کہ اس شخص کو اس دن کوئی زہر یا سحر نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ یا تو عجوہ ہی کی خاصیت کیوجہ سے، یا آپ کی دعاء کی برکت سے، و قال الخطابی : ذلک ببرکته دعائه لا بخاصیته فی التمر[68]![69]

مضمون حدیث

شارح الدر المنضود میں حدیث کی تشریح کرتے ہوئے مضمون حدیث کا عنوان لگا کر پوری حدیث کی وضاحت ایک مضمون کی شکل میں کرتے ہیں۔ اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہے۔

مثال 1: مضمون حدیث کا: ازرق بن قیس کہتے ہیں ایک مرتبہ ہمیں ایک امام نے نماز پڑھائی جس کی کنیت ابو رمثہ تھی انہوں نے نماز پڑھانے کے بعد ایک واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ میں نے ایک نماز حضور ﷺ کے ساتھ پڑھی اور حضرات شیخین ابو بکر و عمر کا معمول نماز میں اگلی صف میں دائیں جانب کھڑے ہونے کا تھا تو ہوا یہ کہ ایک شخص جو نماز میں شروع سے شریک تھے نبی آخر الزمان کے سلام پھیرنے کے بعد اور آپ کے قبلہ سے رُخ پھیر کے بیٹھنے کے بعد کانفتال ابی رمثه[70]، اس کا مطلب یہ ہے کہ ابو رمثہ کہہ رہے ہیں کہ جس طرح میں اس وقت تمہارے سامنے سلام پھیر کر رُخ بدل کا بیٹھا ہوں اسی طرح حضورؐ بھی بیٹھے تھے، غرضیکہ وہ شخص جو نماز میں شروع سے شریک تھا کھڑا ہوا اور جس جگہ فرض نماز پڑھی تھی وہیں نفل نماز پڑھنے لگا تو حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور اس شخص کے دونوں مونڈھے پکڑ کر زور سے ہلائے اور فرمایا کہ اہل کتاب کی ہلاکت و بربادی اسی وجہ سے ہوئی ہے کہ انکی نمازوں میں فصل نہیں ہوتا تھا فرض کو نفل کے ساتھ خلط کر دیتے تھے، اہل کتاب کا آسمانی کتابوں میں تحریف کرنا اور احکام میں اپنی طرف سے تغییر اور کمی و زیادتی کرنا تو مشہور ہے، غالباً حضرت عمر کی مراد یہ ہے کہ جس جگہ فرض نماز پڑھی ہے فوراً اسی جگہ کھڑے ہو کر پڑھنا یہ بھی ایک قسم کا خلط اور تغییر ہے، پھر حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ کے اس فعل کی تصویب و تحسین فرمائی۔[71]

مثال 2: مضمون حدیث کا: مضمون حدیث یہ ہے حضرت سعد فرماتے ہیں جس وقت حضور ﷺ نے عورتوں کو بیعت فرمایا (یعنی اُس مضمون پر جو اِس آیت کریمہ میں ہے علی ان لا یشرکن باللہ شیئاً ولا یسرقن و لا یزنین

الآیۃ)[72] ایک بڑی قسم کی عورت (بظاہر قدو قامت اور جسم کے لحاظ سے) کھڑی ہوئی، راوی کہتا ہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ قبیلہ مضر کی عورتوں میں سے ہے، کھڑے ہونے کے بعد اس نے حضورؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ ہم! یعنی عورتیں اپنے گھر والوں پر (جس سے باپ بیٹے اور شوہر مراد ہیں) بوجھ ہیں یعنی ہمارا سارا خرچہ وہی اٹھاتے ہیں، تو اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "الرطب تاكلنه و تهدينه[73] "تر چیزیں تم خود بھی کھا سکتی ہو اور ہدیہ وصدقہ میں بھی دے سکتی ہو، یہ لفظِ رَطب راء کے فتحہ اور سکون طاء کے ساتھ ہے یعنی ہر تر چیز جس کو اٹھا کر اور ذخیرہ بنا کر نہیں رکھا جاسکتا خراب ہو جانے کی وجہ سے جیسے سبزیاں اور پھل، روٹی، سالن وغیرہ اور رُطَب راء کے ضمہ اور طاء کے فتحہ کے ساتھ خاص ہے تر کھجور کے ساتھ۔ اس سے معلوم ہوا جو چیز جمع کی جاسکتی ہو غلہ، دراہم یا دنانیر اس کو بغیر اجازت کے صدقہ نہیں کر سکتی، کھانے پینے کی چیزیں عام طور سے صدقہ کر سکتی ہے، عموماً اسی طرح کی چیزوں کے دینے دلانے کی اجازت ہوتی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔[74]

مثال 3: مضمون حدیث کا:

نجدہٗ حروری رئیس الخوارج نے ابن عباس سے چند مسائل دریافت کئے جن میں ایک سؤال مملوک کے بارے میں تھا کہ اس کا مال غنیمت میں حصّہ ہے یا نہیں، اور دوسرا سوال نساء سے متعلق تھا کہ کیا وہ حضورؐ کے زمانہ میں جہاد کے لئے نکلتی تھیں، اور کیا ان کے لئے باقاعدہ حصہ ہوتا تھا؟ تو اس کے سوال پر ابن عباس فرمانے لگے: لولا ان یاتی أُحمُوقة ما کتبتُ الیه[75] کہ اگر مجھے اس چیز کا اندیشہ نہ ہوتا کہ نہ معلوم وہ کیا حماقت کر بیٹھے گا تو میں اس کو خط نہ لکھتا، بظاہر ابن عباس اس نجدہ کے فاسد العقیدہ ہونے پر اظہار نفرت فرمارہے ہیں، مگر چونکہ دینی مسئلہ کی بات ہے اس لئے مجبوراً لکھنی پڑ رہی ہے، بہر حال انہوں نے جواب میں لکھا کہ ہاں مملوک کو بخشش کے طور پر کچھ دے دیا جاتا تھا، اور عورتیں بھی مجروحین کی تیمارداری اور خدمت کی نیت سے جہاد میں جاتی تھیں۔

اس کے بعد والی روایت میں ابن عباس کے جواب میں عورتوں سے متعلق یہ ہے وقد کان یرضخ لهن[76] کہ ہاں ان کو رضخ دیا جاتا تھا۔[77]

مثال 4۔ مضمون حدیث کا: وددت ان عندی خبزة بيضاء، من برة سمراء ملبقة بسمن و لبن۔[78]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک روز یہ خواہش ظاہر فرمائی کہ اگر میرے پاس سفید گیہوں کی روٹی ہوتی، گھی اور دودھ میں ملی ہوئی (تو کیا اچھا ہوتا) اس پر ایک صحابی کھڑے ہوئے اور اسی قسم کی ایک روٹی لیکر آئے، آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ جو گھی اس پر لگا ہے کس چیز میں تھا اس نے جواب دیا کہ گوہ کے چمڑے کی تھیلی میں، آپ نے یہ سن کر فرمایا اس روٹی کو میرے سامنے سے اٹھالے، اور اس کو نوش نہیں فرمایا۔[79]

مثال5: مضمون حدیث کا: عن عروه ان عبدالله بن الزبير حدثه ان رجلا خاصم الزبير في شراج الحرة التي يسقون بها الخ.[80]

مضمون حدیث: یہ مشہور حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اپنے والد کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کا میرے والد زبیر کے ساتھ شراج حرہ یعنی مقام حرہ کے پانی کی نالیوں کے بارے میں جن کے ذریعہ سے لوگ کھیتیوں کو سیر اب کرتے ہیں جھگڑا ہوا وہ انصاری شخص میرے والد سے کہتا تھا کہ تم پانی کو چھوڑ دو تا کہ وہ گزر کر میرے کھیت کیطرف چلا آئے، حضرت زبیرؓ نے ایسا کرنے سے انکار کیا اسلئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جس شخص کا کھیت اور زمین اوپر ہو یعنی نہر کے متصل، اول حق اس کو سیر اب کرنے کا ہے اس کے بعد اس سے نیچے والے کھیت کا اور یہ انصاری شخص حضرت زبیرؓ سے اسکے خلاف کرانا چاہتا تھا جب مسئلہ حضورؐ تک پہنچا تو آپ نے حسب قاعدہ زبیر سے یہی فرمایا کہ پہلے تم اپنا کھیت سیر اب کرلو اس کے بعد نیچے کی طرف اپنے پڑوسی کے لئے چھوڑنا اس انصاری کو ناگوری ہوئی اور کہنے لگاان كان ابن عمّتِك[81](کہ آپ کا یہ فیصلہ اسی بنا پر تو ہے) کہ وہ آپ کا پھوپی زاد بھائی ہے، حضرت زبیر بن العوامؓ آپ کی پھوپی صفیہ بنت عبد المطلب کے بیٹے ہیں۔لم تُسلم من عمّاته الا هى على الصحيح كذا فى التجريد للذهبى ۔ فتلوّن وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ[82]۔ انصاری کے اس قول پر حضور ﷺ کا چہرہ مبارک سُرخ ہو گیا اور آپ نے زبیرؓ سے فرمایا کہ تم ہی اول پانی دو اور جب تک پانی کھیت کی ڈول تک نہ پہنچے مت چھوڑو یعنی اولاً آپ نے مسامحت اور ایثار کا حکم فرمایا تھا[83] کہ اپنا حق پورا کرنے سے پہلے ہی پانی چھوڑ دینا لیکن آپ نے اس انصاری کا طرز عمل دیکھا تو پھر آپ نے اس پر زجراً و تنبیہاً حضرت زبیرؓ کو استیفاء حق کا حکم فرمایا (کہ یہ شخص قابل رعایت نہیں ہے) بذل المجہود میں لکھا ہے کہ اگر یہ انصاری مسلمان تھا تب تو اس کا یہ قول زلّتِ شیطانی تھا غصہ میں اس کو اس کا احساس ہی نہیں رہا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور اگر منافق تھا پھر تو کوئی اشکال کی بات ہی نہیں اور اس پر انصاری کا اطلاق بناپر اتحاد قبیلہ کے ہو گا۔[84]

ربط کتاب

مصنفؒ کتاب شروع کرنے سے پہلے ماقبل کتاب سے ربط قائم کر کے پھر کتاب شروع کرتے ہیں۔یعنی صاحب الدر المنضود اپنی کتاب میں ربط ذکر نے کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔جو بھی کتاب شروع ہو رہا ہو تو شارح سب سے پہلے اس کتاب کا ماقبل سے نسبت ذکر کرتے ہیں کہ مصنفؒ نے اس مقام پر اس کتاب کو کیوں لایا اس کا وجہ اور علت یہ ہے۔اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہے۔

مثال 1: "ربط کتاب" "کتاب الصوم میں:

مصنف رحمہ اللہ جب اسلام کے رکن ثانی یعنی صلوٰۃ سے فارغ ہوگئے تو اب رکن ثالث کو شروع کرتے ہیں، حدیث بنی الاسلام علی خمس[85] میں بھی یہی ترتیب ہے شروع میں شہادتین پھر صلوٰۃ اس کے بعد زکوٰۃ، اور قرآن کریم کی ترتیب بھی یہی ہے اسی لئے اکثر فقہاء و محدثین مصنفین نے ایسا ہی کیا ہے چنانچہ صحیحین اور سنن ترمذی میں بھی یہی ترتیب ہے، لیکن سنن نسائی وابن ماجہ ان دونوں میں زکوٰۃ پر صوم کی تقدیم ہے اور موطا مالک کے نسخے مختلف ہیں، نسخ ھندیۃ میں زکوۃ پر صوم کی تقدیم ہے اور بعض دوسرے نسخوں میں زکوٰۃ مقدم ہے صوم پر۔

قیاس کا تقاضا تو یہی ہے کہ صوم مقدم ہو زکوۃ پر اس لئے کہ صلوۃ وصوم دونوں عبادتِ بدنیہ ہیں اور زکوۃ عبادت مالیہ ہے نیز اصح قول کی بنا پر صوم کی فرضیت مقدم ہے زکوۃ پر۔

اور تقدیم زکوۃ کی وجہ یہ ہے جیسا کہ اوپر گذرا کہ اکثر احادیث اور قرآن کریم کی ترتیب یہی ہے حتی کہ قرآن کریم میں بتیس (32) جگہ صلوۃ کیساتھ زکوٰۃ کو ذکر کیا گیا ہے جن میں آٹھ آیات سُوَرِ مکیہ کی ہیں اور باقی سُوَرِ مدنیہ کی۔[86]

مثال 2: "ربط کتاب" "کتاب الجہاد میں:

اسلام کے ارکان اربعہ مشہورہ کے بعد دو چیزیں عبادات کے قبیل سے ہیں جن کو مصنفین بیان کرتے ہیں، اور وہ ہیں، جہاد اور نکاح، نیز محدثین اور مصنفین کا طرز عمل ان کی ترتیب کے بارے میں یہ ہے کہ بعض مصنفین نے نکاح پر جہاد کو مقدم کیا جیسے موطا اور سنن صغری میں، اور بعض نے جن میں امام ابو داوٗد بھی ہیں انہوں نے نکاح کو مقدم کیا جہاد پر۔[87]

مثال 3: "ربط کتاب" "اول کتاب الضحایا میں:

اس کتاب کی مناسبت کتاب الجہاد سے ظاہر ہے کہ جہاد میں اپنی جان و مال دونوں کا انفاق اور قربانی ہوتی ہے، اور اضحیہ میں مال خرچ کر کے حیوان کی قربانی ہوتی ہے۔

ہمارے یہاں اس کے بعد کتاب الصید آرہی ہے، بخاری میں اس کے برعکس "کتاب الصید والذبائح" کتاب الاضاحی سے پہلے ہے۔[88]

مثال 4: "ربط کتاب" "اوّل کتاب الحمام میں:

اس کتاب کی ما قبل سے مناسبت: یہ کتاب مقدمہ اور تمہید ہے آئندہ جو کتاب اللباس آرہی ہے اس کیلئے اسلئے کہ لباس اور کپڑے صاف ستھرے آدمی بدلتا ہے دخول حمام اور غسل کے بعد۔[89]

مثال 5: "ربط کتاب" اوّل کتاب الخراج والفئ والامارۃ میں:

اس کتاب کی مناسبت ما قبل میں کتاب الجہاد (90) سے ظاہر ہے اس لئے کہ جہاد کے ذریعہ جو زمینیں فتح کی جاتی ہیں وہ خراجی اور عشری ہوتی ہیں اور اس لئے خراج و عشر وغیرہ کے احکام بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی ،اور چونکہ ان تمام چیزوں کے انتظام وانصرام سنبھالنا ہوتا ہے، اس وجہ سے مصنف نے اِمارت کو بھی ترجمۃ الباب میں لے لیا، نیز فیئ سے مراد مصنف کی صرف فیئ ہی نہیں ہے بلکہ غنیمت بھی اس میں شامل ہے اس لئے کہ مصنف نے اس کتاب میں غنیمت اور خمس غنیمت کے مصارف سب کچھ بیان کئے ہیں اور ایسے ہی خراج کے ساتھ جزیہ کو بھی بیان کیا ہے۔ (91)

حواشی

[1]۔ سورۃ النحل: 125

[2]۔ عثمانی، محمد تقی، مفتی، آسان ترجمہ قرآن، معارف القرآن، کراچی، 1437ھ / 2016ء، سورۃ النحل: 125

[3]۔ ابن حجر، ابو الفضل احمد بن علی، عسقلانی،، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار المعرفہ ،بیروت، 1379ھ / 1959ء، ج1، ص95

[4]۔ الذہبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد، سیر أعلام النبلاء، دار الحدیث، القاہرۃ، 1427ھ / 2006ء، ج3، ص234

[5]۔ محمد شاہد ، مولانا ،علمائے مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات، مکتبہ یاد گار شیخ، سہارنپور یوپی، 1426ھ / 2005ء، ج1، ص295

[6]۔ ماہ نامہ، دار العلوم دیوبند، ج104، شمارہ 33

[7]۔ محمد شاہد، علمائے مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات، ج1، ص295

[8]۔ قاسمی، محمد اللہ، ڈاکٹر، مولانا، دار العلوم دیوبند کی جامع ومختصر تاریخ، شیخ الہند اکیڈمی دیوبند، 1442ھ / 2020ء، ج1، ص80

[9]۔ محمد شاہد، علمائے مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات، ج1، ص299

[10]۔ قاسمی، دار العلوم دیوبند کی جامع ومختصر تاریخ، ج1، ص83

[11]۔ قاسمی، دار العلوم دیوبند کی جامع ومختصر تاریخ، ج1، ص85

[12]۔ محمد شاہد، علمائے مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات، ج1، ص300

[13]۔ محمد شاہد، علمائے مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات، ج1، ص302

[14]۔ سنن ابی داوٗد، ج1، ص1، رقم: 1

[15]۔ محمد عاقل، الدر المنضود، ج1، ص84

[16]۔ سنن ابی داؤد، ج2، ص3، رقم:1200

[17]۔ محمد عاقل، الدر المنضود، ج2، ص481

[18]۔ سنن ابی داؤد، ج2، ص211، رقم:2016

[19]۔ أیضاً

[20]۔ امام نسائی، سنن نسائی، ج5، ص235، رقم:2959

[21]۔ مولانا محمد عاقل، الدر المنضود، ج3، ص302

[22]۔ سنن ابی داؤد، ج3، ص236، رقم:3306

[23]۔ سنن ابی داؤد، ج3، ص236، رقم:3306

[24]۔ أبو محمد عبد الحمید بن حمید، المنتخب من مسند عبد بن حمید، دار بلنسیۃ، قاہرہ، 1423ھ/2002ء، ج2، ص131، رقم:1007

[25]۔ محمد عاقل، الدر المنضود، ج5، ص311

[26]۔ سنن ابی داؤد، ج4، ص7، رقم:3873

[27]۔ ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید، القزوینی، سنن ابن ماجہ ت الارنووط، دار الرسالہ العالمیہ، 1430ھ/2009ء، ج2، ص 1157، رقم:3500

[28]۔ صحیح مسلم، ج1، ص123، رقم:139

[29]۔ سنن ترمذی، ج1، ص332، رقم:248

[30]۔ صحیح مسلم، ج3، ص1573، رقم:1984

[31]۔ إسحاق بن راہویہ، ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم، مسند اسحاق بن راہویہ، مکتبۃ الایمان، المدینۃ المنورۃ، 1412ھ/ 1991ء، ج4، ص139، رقم:1912

[32]۔ محمد عاقل، الدر المنضود، ج6، ص70

[33]۔ سنن ابی داؤد، ج1، ص277، رقم:1053

[34]۔ امام بیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین، السنن الصغیر للبیہقی، جامعۃ الدراسات الاسلامیہ، کراچی، 1410ھ/1989ء، ج3، ص112

[35]۔ بخلاف ہمام کے کہ انہوں نے درہم کے بجائے دینار ذکر کیا تھا

[36]۔ محمد عاقل، الدر المنضود، ج2، ص404

[37]۔ سنن ابی داؤد، ج2، ص102، رقم:1578

[38]۔ محمد عاقل، الدر المنضود، ج3، ص49

[39]۔ سنن ابی داؤد، ج2، ص287، رقم:2290

[40]۔ ابن شہاب الزہری کا نام محمد بن مسلم، کنیت ابو بکر اور لقب اعلم الحفاظ ہے آپ کے والد کا نام مسلم تھا مگر آپ اپنے دادا شہاب بن حارث کی نسبت سے ابن شہاب مشہور ہوئے۔ ابن حجر العسقلانی، ابو الفضل احمد بن علی، تھذیب التھذیب، دائرۃ المعارف النظامیہ، الھند، 1326ھ/1908ء، ج2، ص205

[41]۔ سہارنپوری، بذل المجہود، ج2، ص90

[42]۔ محمد عاقل، الدر المنضود، ج4، ص150

[43]۔ سنن ابی داؤد، ج3، ص330، رقم:3692

[44]۔ سنن ترمذی، ج2، ص357، رقم:1048؛ محمد عاقل، الدر المنضود، ج5، ص497

[45]۔ سنن ابی داؤد، ج4، ص33، رقم:3983

[46]۔ ایضاً

[47]۔ سنن ترمذی، ج5، ص37، رقم:2931

[48]۔ محمد عاقل، الدر المنضود، ج6، ص110

[49]۔ سنن ابی داؤد، ج1، ص26، رقم:106

[50]۔ امام بیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین، معرفۃ السنن والاثار، دار قتیبہ، بیروت، 1412ھ/1991ء، ج11، ص58، رقم:14770

[51]۔ سورۃ البقرۃ:286

[52]۔ صحیح بخاری، ج2، ص67، رقم:1220

[53]۔ لیکن حضرت عمرؓ کے اس مقولہ کا دوسرا مطلب بعض علماء نے یہ لیا ہے کہ میں تجہیز جیش میں مصروف رہتا ہوں، لیکن نماز کا وقت چونکہ قریب ہوتا ہے اس لئے خیال اور دھیان نماز ہی کا لگا رہتا ہے، یہ مطلب نہیں کہ نماز پڑھتے ہوئے تجہیز جیش کا خیال لگا رہتا ہے

[54]۔ محمد عاقل، الدر المنضود، ج1 ص249

[55]۔ سنن ابی داؤد، ج1، ص259، رقم:1024

[56]۔ النووی، ابو زکریا یحی بن شرف، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، 1392ھ/1972ء، ج2، ص96، رقم:150

[57]۔ محمد عاقل، الدر المنضود، ج2، ص390

[58]۔ سنن ابی داؤد، ج2، ص125، رقم:1663

[59]۔ أبو عوانہ، یعقوب بن إسحاق، مستخرج أبي عوانہ، دار المعرفہ، بیروت، 1419ھ/1998ء، ج4، ص199، رقم:6490

[60]۔ المقدسی، ضیاؤالدین، محمد بن عبد الواحد، الأحادیث المختارۃ أو المستخرج من الأحادیث المختارۃ مما لم یخرج البخاری ومسلم فی صحیحیھما، دار خضر، بیروت، 1420ھ/2000ء، ج13، ص72، رقم:111

[61]۔ سنن ابی داؤد، ج2، ص126، رقم:1664

[62]۔ محمد عاقل، الدرالمنضود، ج3ص122

[63]۔ سنن ابی داؤد، ج2، ص298، رقم:2328

[64]۔ محمد عاقل، الدرالمنضود، ج4ص182

[65]۔ سنن ابی داؤد، ج4، ص7، رقم:3875

[66]۔ الطبرانی، ابوالقاسم سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاھرہ، 1415ھ/1994ء، ج6، ص50، رقم:5479

[67]۔ صحیح بخاری، ج7، ص138، رقم:5769

[68]۔ سہارنپوری، بذل المجھود، ج1، ص33

[69]۔ محمد عاقل، الدرالمنضود، ج6، ص71

[70]۔ امام حاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین (مستدرک للحاکم)، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1411ھ/1990ء، ج1، ص403، رقم:996

[71]۔ محمد عاقل، الدرالمنضود، ج2ص378

[72]۔ سورۃ الممتحنہ:12

[73]۔ البغوی، ابومحمد حسین بن مسعود، شرح السنۃ، المکتب الاسلامی، بیروت، 1403ھ/1983ء، ج6، ص206، رقم:1697

[74]۔ محمد عاقل، الدرالمنضود، ج3ص136

[75]۔ صہیب عبد الجبار، المسند الموضوعی الجامع للکتب العشرہ، الکتاب غیر مطبوع، عام النشر، 1434ھ/2013ء، ج17، ص116، رقم:5

[76]۔ امام احمد بن حنبل، ابوعبداللہ الشیبانی احمد بن محمد، مسند الامام أحمد بن حنبل، مؤسسۃ الرسالہ، 1421ھ/2001ء، ج5، ص328، رقم:3299

[77]۔ محمد عاقل، الدرالمنضود، ج4، ص449

[78]۔ سنن ابی داؤد، ج3، ص359، رقم:3818

[79]۔ محمد عاقل، الدر المنضود، ج6، ص49

[80]۔ سنن ابی داؤد، ج3، ص315، رقم:3637

[81]۔ ایضاً

[82]۔ صحیح بخاری، ج3، ص111، رقم:2359

[83]۔ چنانچہ حضرت امام بخاری نے اس حدیث پر ترجمہ قائم کیا ہے، باب اذا اشار الامام بالصلح فابی حکم علیه بالحکم البین ۔

[84]۔ محمد عاقل، الدر المنضود، ج5 ص467

[85]۔ صحیح بخاری، ج1، ص10، رقم:8

[86]۔ محمد عاقل، الدر المنضود، ج3، ص1

[87]۔ ایضاً، ج4، ص282

[88]۔ ایضاً، ج5، ص17

[89]۔ ایضاً، ج6، ص50

[90]۔ اور کتاب الجہاد کے بعد متصلاً جو ابواب و کتب گزریں اضحیہ، صید، وصیّہ، فرائض یہ سب بھی جہاد سے مربوط ہیں، ادنی تأمل سے ربط سمجھ میں آجاتا ہے۔

[91]۔ محمد عاقل، الدر المنضود، ج5، ص100